

غزہ: اب کبھی نہیں - فوجی مداخلت کے لیے ایک مایوس کن اپیل

”نسل کشی کا جرم صرف ایک قوم کے خلاف جرم نہیں ہے - یہ انسانیت کے خلاف جرم ہے۔“
اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل، 2004

غزہ کی صورتحال ایک نازک موڑ پر پہنچ چکی ہے جہاں فوجی مداخلت نہ صرف قانونی طور پر جائز ہے بلکہ بین الاقوامی قانون کے تحت لازمی ہے۔ اسرائیل کی جاری ناکہ بندی اور فوجی کارروائیوں نے ایک انسانی تباہی کو جنم دیا ہے، جس میں عالمی عدالت انصاف (ICJ) نے نسل کشی کے ”معقول خطرے“ کی نشاندہی کی ہے۔ سفارتکاری، پابندیاں، اور قانونی فیصلوں نے اسرائیل کے رویے کو بدلنے میں ناکامی کا سامنا کیا ہے، جس سے فوجی مداخلت مزید ظلم و ستم کو روکنے کا واحد قابل عمل آپشن بن گیا ہے۔ یہ دلیل اسرائیل کے بین الاقوامی انسانی قانون (IHL) کے تحت فرائض، ICJ کے فیصلوں، نسل کشی کو روکنے کی ذمہ داری، اجتماعی خود دفاعی حق، ذمہ داری سے تحفظ (R2P) کے اصول، اور غزہ کے ساحلی پانیوں کی قانونی حیثیت پر مبنی ہے۔ اگرچہ اسرائیل اور اس کے اتحادی - ریاستہائے متحدہ، برطانیہ، اور جرمنی - اس طرح کے عمل کی مذمت کریں گے، روس اور چین کی حمایت، ICJ کے جاری مقدمات کے ساتھ مل کر، ایک مضبوط قانونی اور جیوپولیٹیکل راستہ فراہم کرتی ہے۔

مقبوضہ طاقت کے طور پر اسرائیل کے فرائض

غزہ میں مقبوضہ طاقت کے طور پر، اسرائیل 1949 کی چوتھی جنیوا کنونشن سے پابند ہے، جو شہری آبادی کے تحفظ کے لیے مخصوص فرائض عائد کرتی ہے۔ کنونشن کا آرٹیکل 55 بیان کرتا ہے:

”اپنے وسائل کے مکمل استعمال سے، مقبوضہ طاقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ آبادی کے لیے خوراک اور طبی سامان کی فراہمی کو یقینی بنائے؛ خاص طور پر، اسے ضروری خوراک، طبی ذخائر، اور دیگر اشیاء لانا چاہیے اگر مقبوضہ علاقے کے وسائل ناکافی ہوں۔“

اسرائیل کی ناکہ بندی، جو خوراک، طبی سامان، اور ضروری اشیاء کو محدود کرتی ہے، اس ذمہ داری کی خلاف ورزی کرتی ہے۔ 143 دن کی ناکہ بندی کے بعد، غزہ نے اپنے تمام ذخائر ختم کر دیے ہیں اور اب IPC مرحلہ 4 (ہنگامی صورتحال) / مرحلہ 5 (تباہ کن بھوک) میں ہے۔ اسرائیل کی جینیوا کنونشن کے تقاضوں کے مطابق انسانی امداد کی اجازت نہ دینے کی ناکامی، رسائی بحال کرنے اور شہریوں کے تحفظ کے لیے مداخلت کے لیے بنیادی جواز فراہم کرتی ہے۔

کنونشن کے تحت نسل کشی: زندہ رہنے کے حالات کے ذریعے دانستہ تباہی

1948 کی نسل کشی کنونشن، آرٹیکل II، شق c، نسل کشی کی تعریف اس طرح کرتی ہے:

”کسی گروہ پر ایسی زندگی کے حالات دانستہ طور پر مسلط کرنا جو اس کے مکمل یا جزوی جسمانی تباہی کا باعث ہوں۔“

اسرائیل کی 143 دن کی ناکہ بندی، UNRWA پر پابندی، اور GHF کے مہلک امدادی تقسیم کے نظام پر انحصار اس کا ایک مثال ہے۔ تقسیم کے مقامات پر 1,021 افراد کی موت اور 6,511 کے زخمی ہونے کے ساتھ ساتھ، 20 جولائی 2025 کو عالمی خوراک پروگرام کے قافلے پر IDF کے حملے - جس میں 94 افراد ہلاک اور 150 زخمی ہوئے - بقا کو روکنے کے ارادے کو ظاہر کرتے ہیں۔ IPC مرحلہ 5 کی بھوک سے ہونے والا ناقابل واپسی نقصان، خاص طور پر بچوں پر، ان حالات کی نسل کشی کی نوعیت کو واضح کرتا ہے۔

ICJ کے عارضی اقدامات جو انسانی امداد کو لازمی قرار دیتے ہیں

جنوبی افریقہ بمقابلہ اسرائیل (2024) میں، ICJ نے جنوبی افریقہ کی نسل کشی کنونشن کے تحت درخواست کے جواب میں عارضی اقدامات جاری کیے، جن میں اسرائیل کی فوجی کارروائیوں اور ناکہ بندی کی وجہ سے غزہ میں نسل کشی کے ”معقول خطرے“ کی نشاندہی کی گئی۔ عدالت نے اسرائیل کو حکم دیا کہ:

”[نسل کشی] کنونشن کے آرٹیکل II کے دائرہ کار میں آنے والے تمام اعمال کو روکنے کے لیے اپنی طاقت کے اندر تمام اقدامات کرے“ اور ”فوری طور پر ضرورت کے بنیادی خدمات اور انسانی امداد کی فراہمی کو ممکن بنائے۔“

اسرائیل کی امداد کی مسلسل پابندی اور فوجی کارروائیوں کی شدت ان پابند اقدامات کی عدم تعمیل کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ نافرمانی ICJ کے فیصلے کو نافذ کرنے اور انسانی رسائی کو یقینی بنانے کے لیے فوجی مداخلت کے لیے قانونی بنیاد بناتی ہے۔

لاگرانڈ فیصلہ: عارضی اقدامات لازمی ہیں

ICJ کے عارضی اقدامات کی پابند نوعیت لاگرانڈ (جرمنی بمقابلہ ریاستہائے متحدہ، 2001) میں قائم کی گئی تھی، جہاں عدالت نے فیصلہ دیا:

”عدالت کی طرف سے اشارہ کردہ عارضی اقدامات فریقین کے لیے پابند ہیں۔“

اسرائیل کی 2024 کے عارضی اقدامات کی عدم تعمیل بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی ہے۔ لاگرانڈ کی نظیر اس بات کو واضح کرتی ہے کہ ریاستیں ICJ کے احکامات کو بغیر نتائج کے نظر انداز نہیں کر سکتیں، جو غزہ کی آبادی کے تحفظ اور تعمیل کو یقینی بنانے کے لیے فوجی مداخلت کو جواز فراہم کرتی ہے۔

بوسنیا بمقابلہ سربیا: نسل کشی کو روکنے کی ذمہ داری

ICJ کے بوسنیا اینڈ ہرزیگووینا بمقابلہ سربیا اینڈ مونٹینیگرو (2007) کے فیصلے میں، جب ریاستیں نسل کشی کے سنگین خطرے سے آگاہ ہوں تو ان پر عمل کرنے کی واضح ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ عدالت نے فیصلہ دیا:

”ایک ریاست... پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ جب اسے نسل کشی کے سنگین خطرے کا علم ہو تو، جہاں تک ممکن ہو، نسل کشی کو روکنے کے لیے تمام معقول وسائل استعمال کرے۔“

غزہ میں نسل کشی کے ”معقول خطرے“ کا ICJ کا تعین اس ذمہ داری کو متحرک کرتا ہے۔ جب غیر فوجی اقدامات - سفارتکاری، پابندیاں، اور قانونی کارروائیاں - ناکام ہو جاتی ہیں، تو فوجی مداخلت نسل کشی کو روکنے کے لیے ایک قانونی اور ضروری قدم بن جاتی ہے، جیسا کہ بوسنیا فیصلے میں درکار ہے۔

اقوام متحدہ کے چارٹر کا آرٹیکل 51: اجتماعی خود دفاعی

اقوام متحدہ کے چارٹر کا آرٹیکل 51، اجتماعی خود دفاعی سمیت، ریاستوں کے فطری خود دفاعی حق کی تصدیق کرتا ہے، اور بیان کرتا ہے:

”اس موجودہ چارٹر میں کوئی چیز اقوام متحدہ کے رکن کے خلاف مسلح حملے کی صورت میں انفرادی یا اجتماعی خود دفاعی کے فطری حق کو نقصان نہیں پہنچائے گی، جب تک کہ سلامتی کونسل بین الاقوامی امن و امان کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری اقدامات نہ کر لے۔“

یہ حق اقوام متحدہ کے رکن ممالک تک محدود نہیں ہے اور نہ ہی چارٹر کے دیگر دفعات سے محدود ہے۔ اسرائیل کی ناکہ بندی اور فوجی کارروائیاں غزہ کی آبادی کے خلاف جاری مسلح حملہ ہیں۔ اس حق کی فطری نوعیت ریاستوں کو اجتماعی خود دفاع میں عمل کرنے کی اجازت دیتی ہے، یہاں تک کہ سلامتی کونسل کی منظوری کے بغیر، خاص طور پر جب کونسل امریکی ویٹو کی وجہ سے مفلوج ہو۔ یہ اسرائیل کے اقدامات کو پسپا کرنے اور شہریوں کے تحفظ کے لیے فوجی مداخلت کے لیے قانونی راستہ فراہم کرتا ہے۔

فلسطین کی شناخت: آرٹیکل 51 کو مضبوط کرنا

فلسطین کی حیثیت اجتماعی خود دفاعی کے لیے دلیل کو مضبوط کرتی ہے۔ 140 سے زائد ممالک کی طرف سے تسلیم شدہ اور 2012 میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی طرف سے غیر رکن مبصر ریاست کا درجہ دیے جانے (قرارداد 67/19) کے ساتھ، فلسطین کو وسیع لیکن نامکمل بین الاقوامی شناخت حاصل ہے۔ بین الاقوامی قانون میں ریاستی حیثیت کے بارے میں کوئی حتمی اصول نہیں ہے، 1933 کے مونٹیویڈیو کنونشن کے مطابق، جو علاقہ، آبادی، حکومت، اور غیر ملکی تعلقات کی صلاحیت جیسے معیارات کی فہرست دیتا ہے۔ فلسطین کی شناخت اسے ایک حملے کے تحت جائز ہستی کے طور پر قائم کرتی ہے، جس سے دوسرے ممالک کو، خاص طور پر اسرائیل کے غزہ کے خلاف غیر قانونی اقدامات کو مد نظر رکھتے ہوئے، فلسطین کی جانب سے آرٹیکل 51 کے تحت اجتماعی خود دفاع کا سہارا لینے کی اجازت ملتی ہے۔

ذمہ داری سے تحفظ (R2P): عمل کے لیے ایک مینڈیٹ

2005 کے عالمی سربراہی اجلاس کے نتائج کے دستاویز میں منظور شدہ R2P اصول مداخلت کے لیے اضافی حمایت فراہم کرتا ہے۔ یہ تین ستونوں کی وضاحت کرتا ہے: - ستون اول: ”ہر انفرادی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی آبادی کو نسل کشی، جنگی جرائم، نسلی صفائی، اور انسانیت کے خلاف جرائم سے بچائے۔“ - ستون دوم: ”بین الاقوامی برادری کی ذمہ داری ہے کہ وہ انفرادی ریاستوں کو اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی ترغیب دے اور ان کی مدد کرے۔“ - ستون سوم: ”اگر کوئی

ریاست اپنی آبادی کو بچانے میں واضح طور پر ناکام ہوتی ہے، تو بین الاقوامی برادری کو مناسب اجتماعی اقدامات لینے کے لیے تیار ہونا چاہیے۔“

مقبوضہ طاقت کے طور پر اسرائیل، غزہ کی آبادی کو بچانے میں ناکام رہا ہے (ستون اول)۔ سفارتکاری اور پابندیوں کے ذریعے بین الاقوامی کوششیں روک دی گئی ہیں یا غیر موثر رہی ہیں (ستون دوم)، جو ستون سوم کو فعال کرتی ہے، جس میں فوجی مداخلت شامل ہے جب کوئی ریاست اپنی آبادی کو بچانے میں واضح طور پر ناکام ہوتی ہے۔ سلامتی کونسل کے فلج ہونے کو مد نظر رکھتے ہوئے، ریاستیں R2P کے تحت اجتماعی طور پر عمل کرنے کی مجاز ہیں۔

غزہ کے ساحلی پانی: فلسطینی حقوق کی بحالی

اسرائیل غزہ کو اپنا علاقہ تسلیم نہیں کرتا، جس کے غزہ کے ساحلی پانیوں میں فوجی مداخلت کی قانونی حیثیت کے لیے اہم اثرات ہیں۔ اقوام متحدہ کے سمندری قانون کے کنونشن (UNCLOS)، آرٹیکل 2، بیان کرتا ہے:

”ایک ساحلی ریاست کی خود مختاری، اس کے زمینی علاقے اور اندرونی پانیوں سے آگے، ایک ملحقہ سمندری پٹی تک پھیلتی ہے، جسے ساحلی پانی کہا جاتا ہے۔“

چونکہ اسرائیل غزہ پر خود مختاری کا دعویٰ نہیں کرتا، اس کے پاس غزہ کے ساحلی پانیوں (12 ناٹیکل میل تک) کو کنٹرول کرنے یا وہاں ناکہ بندی نافذ کرنے کی کوئی قانونی بنیاد نہیں ہے۔ ICJ کا 2024 کا مشاورتی رائے اسرائیل کی فلسطینی علاقوں کی قبضے کو غیر قانونی قرار دیتا ہے، جو غزہ کے پانیوں پر کنٹرول کے اس کے دعوے کو مزید کمزور کرتا ہے۔ ناکہ بندی کو توڑنے اور انسانی امداد کی ترسیل کے لیے فوجی مداخلت اسرائیل کے خلاف علاقائی جارحیت نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک جائز علاقائی دعوے کو چیلنج نہیں کرتی۔ اس کے بجائے، یہ بین الاقوامی قانون کے تحت فلسطینیوں کے ساحلی پانیوں کے حقوق کو بحال کرتی ہے، جو علاقائی سالمیت کی حفاظت کے دفعات کے تحت سلامتی کونسل کی منظوری سے مستثنیٰ ہے۔

مادلیں واقعہ: نسل کشی کی خدمت میں سمندری ڈکیتی

اسرائیل کے غزہ کو بھوک کے ذریعے زیر کرنے کے ارادے کا ایک واضح مظاہرہ اس کے ساحلوں سے دور ہوا۔ اسرائیلی بحری افواج نے مادلیں، ایک برطانوی پرچم کے تحت آزادی کی فلوٹیلہ کا جہاز جو انسانی امداد لے جا رہا تھا، کو ساحل سے 160 ناٹیکل

میل سے زیادہ فاصلے پر۔ بین الاقوامی پانیوں میں۔ روک لیا۔ جہاز پر بارہ شہری کارکن تھے، جن میں گریٹا تھنبرگ اور فرانسیسی MEP ریمہا حسان شامل تھے۔

اسرائیلی افواج نے زبردستی جہاز پر چڑھائی کی، کارکنوں کو حراست میں لیا، اور تمام امداد ضبط کر لی۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جو اقوام متحدہ کے سمندری قانون کے کنونشن (UNCLOS) کے آرٹیکل 101 کے تحت سمندری ڈکیتی کے طور پر اہل ہے:

”نجی جہاز کے عملے یا مسافروں کی طرف سے نجی مقاصد کے لیے کیے گئے کوئی بھی غیر قانونی تشدد یا حراست کے اعمال، یا کوئی بھی لوٹ مار کا عمل، جو کھلے سمندریں دوسرے جہاز کے خلاف کیا جائے۔“

یہ جارحانہ عمل کوئی واحد واقعہ نہیں تھا۔ یہ اسرائیل کے ارادے کا واضح تصدیق تھا کہ وہ تمام انسانی امداد کو روکے، یہاں تک کہ جب یہ بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ جہازوں سے غیر جانبدار پانیوں میں آتی ہو۔ ماولیں کی ہائی جیکنگ نے نہ صرف بین الاقوامی سمندری قانون کی خلاف ورزی کی بلکہ ناکہ بندی کے اصلی مقصد کو مزید ثابت کیا: غزہ کے 20 لاکھ باشندوں کو زندگی کی بنیادی ضروریات تک رسائی سے محروم کرنا۔

اپنی دعویٰ کردہ دائرہ اختیار سے دور انسانی کوششوں پر حملہ کر کے، اسرائیل نے ناکہ بندی کو سیکورٹی اقدام کے طور پر نہیں بلکہ بھوک اور دھمکیوں کی مہم کے طور پر بے نقاب کیا۔ یہ واقعہ فوجی مداخلت کی فوری ضرورت کو واضح کرتا ہے تاکہ فلسطینیوں کے سمندری حقوق کو بحال کیا جائے اور زندگی بچانے والی امداد کی محفوظ ترسیل کو یقینی بنایا جائے۔

جیو پولیٹیکل حمایت اور قانونی حکمت عملی

غزہ پر اسرائیل کی ناکہ بندی کو توڑنے کے لیے کوئی بھی فوجی مداخلت کو ریاستہائے متحدہ، برطانیہ، اور جرمنی سے شدید سیاسی مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ ریاستیں مسلسل اسرائیل کے اقدامات کا دفاع کرتی رہی ہیں اور اقوام متحدہ میں جوابدہی کے اقدامات کو روکتی رہی ہیں۔ تاہم، عالمی رجحان بدل رہا ہے۔ غزہ میں بحران کی شدت۔ اور اسرائیل کا بین الاقوامی قانون کے لیے کھلا چیلنج۔ نے نئی ریاستوں کی اتحادی کے عمل کرنے کے لیے جگہ بنائی ہے۔

روس اور چین، اگرچہ فوجی کوشش کی قیادت کرنے کا امکان نہیں ہے، نے اسرائیل کی ناکہ بندی کی کھلے عام مذمت کی ہے اور بین الاقوامی فورمز میں فلسطینی حقوق کی حمایت کی ہے۔ دونوں کے پاس اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل (UNSC) میں ویٹو کی

طاقت ہے اور وہ کسی بھی ایسی قرارداد کو روک سکتے ہیں جو انسانی مداخلت کو جرم قرار دینے کی کوشش کرے۔ یہ اسی سیاسی تحفظ کی عکاسی کرتا ہے جو امریکہ نے گزشتہ 21 ماہ سے اسرائیل کو فراہم کیا ہے۔ جیو پولیٹیکل نظریہ واضح ہے: ویٹو کی طاقتیں اتحادیوں کی حفاظت کے لیے استعمال کی جاتی ہیں، نہ کہ غیر جانبدار انصاف کو نافذ کرنے کے لیے۔

مداخلت کرنے والی ریاستیں قانونی چیلنجز کا سامنا کر سکتی ہیں، جن میں ایسی کوششیں شامل ہیں جو اس طرح کے عمل کو غیر قانونی جارحیت کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کریں۔ تاہم، مداخلت کی قانونی بنیاد - ICJ کے عارضی اقدامات، نسل کشی کنونشن، اور ذمہ داری سے تحفظ (R2P) اصول میں - ایسی چیلنجز کو کمزور اور غیر معتبر بناتی ہے۔ ICJ نے پہلے ہی غزہ میں "نسل کشی کے معقول خطرے" کی نشاندہی کی ہے اور اسرائیل کو انسانی امداد کی اجازت دینے کا حکم دیا ہے۔ اس مینڈیٹ کو نافذ کرنے کے لیے ڈیزائن کی گئی مداخلت بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی نہیں ہے۔ یہ اس کا نفاذ ہے۔

مزید برآں، ICJ کا اسرائیل کے خلاف جاری نسل کشی کا مقدمہ ممکنہ طور پر نسل کشی کنونشن کی سنگین خلاف ورزیوں کی تصدیق کرے گا، جو بڑے پیمانے پر ظلم و ستم کو روکنے اور انسانی رسائی کو بحال کرنے کے مقصد سے کسی بھی مداخلت کو مزید جائز بنائے گا۔ جو ریاستیں اب عمل کریں گی وہ نہ صرف تاریخ کے درست طرف ہوں گی۔ وہ قانون کے درست طرف بھی ہوں گی۔

نتیجہ: ایک قانونی اور اخلاقی ضرورت

بین الاقوامی قانون اس وقت عمل کی ضرورت کرتا ہے جب نسل کشی کا خطرہ حقیقی ہو۔ اور غزہ میں، یہ خطرہ اب نظریاتی نہیں ہے۔ اسرائیل کی ناکہ بندی، چوتھی جنیوا کنونشن کی خلاف ورزی میں، اور اس کا ICJ کے پابند عارضی اقدامات کے خلاف لھلا چیلنج، فوری فوجی مداخلت کے لیے متعدد متداخل قانونی جواز فراہم کرتا ہے۔

ریاستہائے متحدہ نے اسرائیل کو جو ابدی سے بچانے کے لیے اپنی ویٹو طاقت کا استعمال کیا ہے۔ اب، روس اور چین - دونوں فلسطینی حقوق کے بلند آواز حامی - کسی بھی انسانی اتحاد کو سلامتی کو نسل کے انتقامی کارروائیوں سے بچا کر اس احسان کا بدلہ دے سکتے ہیں۔ ICJ کے عارضی اقدامات اور جاری نسل کشی مقدمے کا ممکنہ نتیجہ ایک قانونی ڈھانچہ فراہم کرتا ہے جو بین الاقوامی قانون کو نافذ کرنے اور جانیں بچانے کے لیے مداخلت کو جائز بناتا ہے اور بعد میں اس کی توثیق کرتا ہے۔

نسل کشی کے حتمی فیصلے کا انتظار کرنا اس طرح ہے جیسے آگ لگنے کے دوران فائر فائٹرز سے رپورٹ کا انتظار کرنے کو کہا جائے جبکہ گھر جل رہا ہو۔

غزہ میں بہت سے لوگوں کے لیے اب بہت دیر ہو چکی ہے۔ لیکن بدترین کو اب بھی روکا جا سکتا ہے۔ اگر چند ریاستیں ہمت، عزم، اور صاف ضمیر کے ساتھ عمل کریں۔

یہ مزید بیانات کا وقت نہیں ہے۔ یہ جہازوں، قافلوں، تحفظ کا وقت ہے۔
یہ ناکہ بندی کو توڑنے کا وقت ہے۔